عہد خلافتِ عثمانیہ میں علمی ارتقاء-ایک تجزیہ

Academic Evolution in the Ottoman Period- An Analysis

ڈاکٹر محمد ریاض محمود*

ریاست علی*

ڈاکٹر احسان الرحمن غوری*

One of the major causes of the civilizational, political and economic development of the Ottoman Caliphate was the evolution of knowledge. The Ottoman Caliphs established excellent scientific and intellectual institutions. They utilized ancient and modern resources in the compilation of different fields of knowledge. Much attention was paid to the establishment and consolidation of libraries. Extensive translations of books in various languages were arranged, and the printing press industry was strengthened to make book printing easier and more attractive. The formation of scholarly opinions provided a free environment for different classes of thought. The constitution was wisely compiled and the patronage of scholars at the official level was such that the nations of the world were unable to set a precedent. Instead of acknowledging these glorious facts about the Muslim history in view of some of their cultural prejudices, a certain section of the orientalists seeks to portray the Ottoman era as vile and negative. In order to overcome the challenges of this class, it is very important to introduce the world of knowledge of the Ottoman Caliphate in the light of reliable historical sources. This research article is designed to meet these ideological and cultural needs of academic circles.

Keywords: Books, Knowledge, Muslim History, Orientalists, Ottoman Caliphate, Printing Press, Translation.

1۔ موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

عہدِ خلافتِ عثمانیہ کو اقوامِ عالم میں عمومی طور پر اور مسلمانوں کی تاریخ میں خصوصی طور پر بہت سے امتیازات واعزازات حاصل ہیں، اس عہد کی تہذیبی، تمدنی، سیاسی، عسکری اور اقتصادی ترقیوں کا ایک بڑا سبب وہ علمی ارتقاء ہے جس کے حصول میں عثمانی خلفاء نے متحرّک وفعال کردار ادا کیا۔ اُنہوں نے شاندار علمی ادارے قائم کیے اور علوم وفنون کی تدوین میں قدیم و جدید وسائل کو استعمال کیا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، لُغت، فلکیات، جغرافیہ، حیاتیات، طبیعیات، ریاضی اور طب سے وابستہ مختلف علوم کی تنظیم واشاعت کے ساتھ ساتھ بہت سے فنون لطیفہ کی بھی شفقت ودریادلی سے بھر

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات۔

*پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات۔

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

پور آبیاری کی۔ علمی ذخائر کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے کتب خانوں کے قیام واستحکام پر بہت توجہ دی گئی۔ دینی فہم کی تحصیل اور علمی ولُغوی مسائل کی تسہیل کے لیے فن ترجمہ کو ترقی دی گئی، یوں مختلف زبانوں میں موجود کتب کے وسیع پیمانے پر تراجم کا اہتمام کیا گیا، کتب کی طباعت کو آسان اور دلکش بنانے کے لیے چھاپہ خانہ کی صنعت کو مستحکم کیا گیا، علمی و فقہی آراء کی تشکیل میں مختلف طبقاتِ فکر کو آزادانہ ماحول فراہم کیا گیا، بحث و مباحثہ اور مناظرہ وکلام کے ضمن میں انصاف، دیانت اور دیگر اخلاقی اقدار کی ترویج کی شعوری کوششیں کی گئیں، فقہی مسائل اور دستور کی دانشمندانہ تدوین کی گئی اور علماء ومشائخ کی سرکاری سطح پر ایسی سرپرستی کی کہ اقوامِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔[1] ان ہمہ جہت علمی سرگرمیوں نے خلافتِ عثمانیہ کو مختلف شُعبہ ہائے حیات میں اُس بامِ عُروج تک پہنچا دیا جس کا اظہار و اعتراف نہ صرف یہ کہ مسلمان کرتے ہیں بلکہ غیر مسلموں کے بہت سے غیر جانب دار علمی حلقے بھی کرتے ہیں۔[2] مستشرقین کا ایک مخصوص طبقہ اپنے بعض تہذیبی تعصّبات کے پیش نظر مسلمانوں کی تاریخ سے وابستہ ان شاندار حقائق کو تسلیم کرنے کے بجائے عثمانی عہد کی مذموم تصویر کشی کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ عثمانی خلفاء عیش وعشرت کے دلدادہ، مادی مفادات کے خواہاں اور علمی سرگرمیوں سے لا تعلق تھے۔[3] اس طبقے کے اشکالات دور کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ عہدِ خلافتِ عثمانیہ کی علمی دُنیا کا تعارف معتبر تاریخی مصادر کی روشنی میں کرایا جائے۔ علمی حلقوں کی اسی نظریاتی اور تہذیبی ضرورت کی تکمیل کے پیش نظر مقالہ ہذا کی تشکیل کی گئی ہے۔

2۔ عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں علمی ارتقاء کے مظاہر

خلافتِ عثمانیہ کی بُنیاد ۱۲۹۹ء میں سلطان عثمان نے رکھی، اس کے فرمانرواؤں میں پینتیس خلفاء مسند خلافت پر متمکن ہوئے، عثمانی خلفاء علم دوست تھے اور اُنہوں نے اپنی ہمہ جہت صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پوری سلطنت میں ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا جس کے باعث غیر معمولی علمی ترقیاں وجود میں آئیں، یہی وجہ ہے خلافتِ عثمانیہ کو "دولتِ دینیہ" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔[4] تاریخی شان و شوکت کے حامل اس دور میں علمی ارتقاء کے جو مظاہر سامنے آئے اُن میں کتب کی تدوین اور تراجم کے علاوہ کتب خانوں، چھاپہ خانوں اور مدارس و جامعات کا قیام بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اس عہد میں علمی مجالس کو رواج دیا گیا اور علماء ومشائخ کی بھر قدر دانی کی گئی۔ ان اُمور ومباحث کی تفصیل حسب ذیل ہے:

i-تدوین کتب

علم و عرفان اور شعور و تدبّر کے مختلف مصادر و منابع میں کتاب کی حیثیت ہمہ جہتی اعتبار سے مسلمہ ہے۔ کتب کی تشکیل، ترتیب اور تدوین ایسے اُمور ہیں جن پر عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں خصوصی توجہ دی گئی۔ قرآن مجید، تفسیر، حدیثِ نبوی ﷺ، فقہ، اصولِ فقہ، کلام، تصوف، ریاضی، کیمیا، طبعیات، فلکیات، جغرافیہ اور فنونِ لطیفہ سمیت شاید ہی کوئی ایسا عقلی یا نقلی علم ہو جس کی افزائش و آرائش کا اہتمام قلم و قرطاس کے ذریعے اس عہدِ زریں میں نہ کیا گیا ہو۔ ہر ایک فن پر کتابوں کی فہرست سینکڑوں سے متجاوز ہے، ابن کمال معروف عثمانی مصنف ہے، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کوئی ایسا فن نہیں ہے جس پر اُس نے کوئی کتاب نہ لکھی ہو، مجموعی طور پر تین سو سے زائد کتب صرف ابن کمال کی ہیں، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں علمی حوالے سے کس شاندار طریقے سے کام ہوا ہے۔ طاشکبریٰ زادہ کا شُمار اس عہد کے مشہور علماء میں ہوتا ہے، آپ نے اپنی کتاب "الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ" میں پانچ سو سے زائد صاحب کتاب عثمانی علماء کا تعارف کرایا ہے۔[5]

ii-تراجم کتب کا اہتمام

فن ترجمہ مسلمانوں کا اعزاز و امتیاز ہے، اس رجحان کے فروغ میں قرآن و حدیث کی ترغیبات کا بنیادی کردار ہے، ترجمہ نگاری کی مضبوط بُنیادیں عہدِ بنو عباس میں استوار ہوئیں، اس علمی و فکری دور میں ترجمہ نگاری ایک فن کی حیثیت اختیار کر گیا۔[6] عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں مسلمانوں کی کاوشوں سے فن ترجمہ کی علمی روایت کو نہ صرف برقرار رکھا گیا بلکہ اس کے ارتقاء میں نُمایاں کردار ادا کیا گیا، چونکہ خلافتِ عثمانیہ ایک وسیع و عریض سلطنت تھی، مختلف زبانیں بولنے والے افراد اس سلطنت کے باشندے تھے، زبان و ادب کے مسائل کے باعث عثمانی خلفاء نے مقامی زبانوں میں بہت سی کتب کے تراجم کروائے۔ اس دور میں جن مترجمین نے اہم خدمات سرانجام دیں اُن میں حمزہ بن حاجی بن سلیمان، جلال الدین خضر المعروف حاجی پاشا، موسی بن مسعود، رکن الدین احمد، علی بن عبدالرحمن، محمود بن دیلشا شروانی، محمد بن سلیمان، ابو یوسف بن علی خاقان، مصطفی بن سیدی، عبداللہ پرویز، محمد بن کاتب سنان قونوی اور عبدالرحمن قاضی کو شُہرت حاصل ہوئی۔ ان علماء نے تاریخ، جغرافیہ، ریاضیات، فلکیات اور دیگر علوم سے متعلق کتب کے ترجمے کیے ہیں۔ اس ضمن میں سلطان محمد فاتح کی خدمات قابلِ ذکر ہیں، وہ رومی زبان بہت اچھی طرح جانتا تھا، اُس نے علمی ترقی کے لیے یونانی، عربی، فارسی اور لاطینی زبان کی بہت

سی کتب کا ترکی میں ترجمہ کروایا،اُن میں بلوتارک کی کتاب "شاہیر الرجال" شامل ہے،امام زہراوی کی کتاب "التصریف فی الطب" کا ترجمہ کروایا،اس کے علاوہ کثیر تعداد میں کتب کے تراجم کروائے۔سلطان محمد فاتح کی فن ترجمہ سے دلچسپی علی محمد اصلابی کے اس بیان سے بخوبی واضح ہوتی ہے:

"وعندماوجد كتاب بطليموس فى الجغرافياو خريطة له قام بمطالعته و دراسته مع العالم الرومى جورج اميروتزوس ثم طلب اليه الفاتح والى ابنه(ابن العالم الرومى)الذى كان يجيد اللغتين الرومية و العربية بترجمة الكتاب الى العربية و اعادة رسم الخريطة مع التحقيق فى السماء البلدان وكتابها باللغتين العربية والرومية و كافاهما على هذا العمل بعطايا واسعة جمة-وكان العلامة على القوشجى و هومن اكبر علماء عصره فى الرضيات والفلك كلما الف كتاباً بالفارسية نقله الى العربية وهداه الى الفاتح-"[۲۷]

"جب بطلیموس کی کتاب جو جغرافیہ میں تھی،اُس کے ہاتھ لگی اور اس میں ایک نقشہ دیکھا تو خود اس کے مطالعہ اور تحقیق کا اہتمام کیا،اُس نے معروف رومی عالم جارج امیروتزوس کو بھی اپنا شریک کیا۔پھر محمد فاتح نے اس رومی عالم اور اس کے بیٹے سے جو رومی اور عربی دونوں زبانوں میں کامل مہارت رکھتا تھا مطالبہ کیا کہ وہ اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کریں اور شہر کے ناموں کی تحقیق کر کے نقشہ کو دوبارہ تیار کریں۔اس رومی عالم نے دو نسخے تیار کیے،ایک عربی میں اور دوسرا رومی میں۔سلطان نے ان کی اس کارکردگی کو سراہا اور انہیں اس کام کا بہت بڑا معاضہ دیا۔علامہ علی قوشجی جو اپنے دور کے علم ریاضی اور فلکیات کے بہت بڑے عالم تھے نے فارسی میں ایک کتاب تصنیف کی،اس کتاب کا اُنہوں نے خود عربی میں ترجمہ تیار کیا،اور یہ عربی مسودہ سلطان محمد فاتح کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔"

ایک کتاب کو دوسری زبان میں اُس وقت ہی منتقل کیا جا سکتا ہے جب مترجم کو دونوں زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہو،اس ضمن میں عثمانی علماء کو یہ انفرادیت حاصل تھی کہ وہ عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں کے ماہر ہوتے تھے،وہ ان تینوں زبانوں میں تراجم کرانے پر خصوصی توجہ دیتے تھے، بعض

مترجمین اپنے علمی ذوق کے باعث بھی ترجمہ کرتے تھے، جبکہ بعض مترجمین کا سرکاری سطح پر ترجمے کے لیے تقرر کیا جاتا تھا اور اس کے عوض اُنہیں بھاری معاوضے ادا کیے جاتے تھے۔[8]

iii۔ کتب خانوں کا قیام

کتب خانے علم و تحقیق کے میدان میں بڑے خزانوں کی حیثیت رکھتے ہیں، عثمانی خلفاء نے جو عوامی کتب خانے قائم کیے اُن میں نادر مصادر علمی موجود ہوتے تھے، ان اداروں کے قیام و استحکام کے لیے اُنہوں نے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کیں، اُن جائیدادوں سے کتب خانوں کے ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات پورے کیا جاتے تھے۔ خلفاء کی علمی دلچسپی کے باعث قسطنطنیہ علم وادب کا مرکز بن گیا تھا۔ مختلف ممالک کے دانشور یہاں کے کتب خانوں میں مطالعہ کیلئے چلے آتے تھے، ان کتب کا مطالعہ کر کے بڑے بڑے محدثین اور مفکرین پیدا ہوئے۔ مولانا شبلی نُعمانی عثمانیوں کے کتب خانوں کے حوالے سے اپنے تاثرات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

> "حقیقت یہ ہے کہ تُرکوں کے علمی کارناموں میں کوئی چیز سب سے زیادہ قابل فخر ہے، تو وہ یہی کتب خانے ہیں۔ اسلامی دُنیا کے جن حصوں میں آج تعلیم و تعلم کا چرچا ہے، ان کے اکثر مقامات کا علمی سرمایہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور جو نہیں دیکھا ہے وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہے کہ دیکھنے کے برابر ہے، اس بنا پر میں کافی یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام اسلامی دُنیا میں قسطنطنیہ عربی تصانیف کا سب سے بڑا مرکز ہے، ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علمی فیاضی میں تُرکوں کا رُتبہ تمام اسلامی قوموں سے بالاتر ہے۔"[9]

کتب خانے مختلف نوعیتوں کے ہوتے تھے، مساجد اور مدارس کے ساتھ ملحق کتب خانوں کے علاوہ مستقل عمارات پر بھی کتب خانے قائم تھے، مدارس کے کتب خانے کی خدمات صرف اس شخص کے سپرد کی جاتی تھی جو علم و تقویٰ کا حامل ہوتا تھا، کتب اور مصنفین کے اسماء میں کامل مہارت رکھتا تھا۔[10] استنبول کے کتب خانوں میں کتب خانہ فیض اللہ آفندی، کتب خانہ علی پاشا، کتب خانہ شہد علی پاشا، کتب خانہ داماد ابراہیم، کتب خانہ ینی جامع، کتب خانہ حکمت اوغلو علی پاشا، کتب خانہ جاراللہ آفندی، کتب خانہ آیاصوفیہ، کتب خانہ عاطف آفندی، کتب خانہ نور و عثمانیہ، کتب خانہ ولی الدین آفندی، کتب خانہ مراد ملا، کتب خانہ محمد پاشا، کتب خانہ حمیدیہ، کتب خانہ سلیم آغا، کتب خانہ لالہ لی، کتب خانہ خالد آفندی، کتب خانہ

سلیمانیہ، کتب خانہ اسد آفندی، کتب خانہ نافذ پاشا، کتب خانہ خسرو پاشا، کتب خانہ والدہ جامع، کتب خانہ بایزید، کتب خانہ حسن پاشا، کتب خانہ یحی آفندی، کتب خانہ بلدیہ اور کتب خانہ شمسی پاشا معروف ہیں۔ یہ استنبول کے وہ کتب خانے ہیں جن کی الگ مستقل عمارات تھیں، مدارس اور مساجد میں قائم ہونے والے کتب خانے اس کے علاوہ ہیں۔ استنبول کے ان کتب خانوں سے دیگر شہروں کے کتب خانوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

iv۔ چھاپہ خانوں کا قیام

فروغِ علم اور کتب کی تدوین واشاعت کے حوالے سے چھاپہ خانے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، اگرچہ ایک کتاب کی مقبولیت اُس کے عنوان اور مصنف سے ہوتی ہے، تاہم ایک ناشر کا کردار بھی بڑا اہم ہوتا ہے جو ایک مواد کو کتاب کی شکل دیتا ہے، اسی کے ذریعے سے وہ کتب لوگوں تک پہنچتی ہیں، ماضی میں متقدمین کی کتنی ہی ایسی کتب ہیں جو طبع نہ ہونے کے باعث ہم تک نہیں پہنچ سکیں، آج بھی بہت سے کتب خانے قلمی نسخوں سے بھرے پڑے ہیں، سرمائے اور طبع خانوں کی قلت کے باعث بہت سی کتب بروقت شائع نہیں ہوسکیں۔ ناشر کتاب کو لوگوں تک پہنچانے اور اُس کی تشہیر کرنے کے عمل کو ممکن بناتا ہے، اس کی املا کرتا ہے، عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں علماء نے طباعتی ادارے قائم کیے، اس حوالے سے شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> "عربی کتابیں آج دُنیا میں جہاں جہاں چھپتی ہیں، بیروت کی چھپی ہوئی کتابیں سب سے عُمدہ تر تسلیم کی جاتی ہیں، لیکن بیروت والوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اصل میں یہ ٹائپ تُرکوں کی ایجاد ہے، ہم اُن کے مقلد ہیں، چونکہ قسطنطنیہ میں عموماً تُرکی کتابیں چھپتی ہیں، وہ کتابیں ان ملکوں میں نہیں آتیں، اس لیے بیروت ہی کی شُہرت ہوگئی ہے، قدر دانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں۔ نہایت عُمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہیں، بخلاف مصر وہندوستان کے جہاں جوتے صاف کرنے والا کاغذ کتابوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ ان ملکوں کے لوگوں نے ابھی تک علم کی قدر وقیمت نہیں سمجھی ہے۔"[11]

خلافت عثمانیہ میں سب پہلا مطبع سلطان محمد ثالث کے عہد میں قائم ہوا، سلطان سلیم نے نشرو اشاعت کے لیے بہت سے مطبع خانے قائم کیے۔[12] شبلی نعمانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تُرکوں کو اعزاز حاصل تھا کہ اُن کے چھاپہ خانے بہت معیاری ہوتے تھے۔

V۔ مدارس وجامعات کا قیام

تعلیم، تعلُّم، آموزش، تدریس، تہذیب اور تربیت کا انحصار بڑی حد تک دینی مدارس اور عصری علوم سے وابستہ جامعات کے قیام اور اُن میں جاری نظام کے تسلسل اور استحکام سے ہے۔ عثمانیوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا خلیفہ ہو جس نے کوئی مدرسہ قائم نہ کیا ہو، خلافتِ عثمانیہ کے قیام کے صرف تیس سال بعد سلطان اورخان نے ۱۳۳۰ء میں ازنیق میں بہت بڑی یونیورسٹی کی بُنیاد رکھی، یہ عثمانیوں کی پہلی یونیورسٹی تھی، تھوڑے ہی عرصے بعد یہ ایشیائے کوچک کی سب سے بڑی یونیورسٹی بن گئی۔[13] اس درسگاہ میں قرآن، حدیث، فقہ، لغت، نحو، ترکیب، منطق، بدیع، بلاغت، ہندسہ اور فلکیات سمیت بہت سے دینی و عصری علوم پڑھائے جاتے تھے۔[14] سلطان محمد فاتح نے فتح استنبول کے بعد ایک غیر معمولی مدرسہ قائم کیا، اس کو مکتب عمومی کہا جاتا تھا، یہ مدرسہ ایک اعتبار سے یونیورسٹی تھا، بلکہ اپنے زمانے کی یونیورسٹیوں سے افضل تھا۔[15] ان جامعات کی تعداد وقت کے ساتھ بڑھتی رہی ہے، صرف ادرنہ شہر میں ۱۵۲۹ء میں چودہ مدرسے قائم تھے، سترہویں صدی عیسوی میں صرف ایک شہر استنبول میں پچاس مدارس قائم تھے، انیسویں صدی عیسوی میں یہ تعداد ایک سو اکیاسی تک پہنچ چکی تھی، ان میں انچاس مدرسوں کی بادشاہوں نے بنیاد رکھی تھی۔[16] ان مدارس کے معیار کے حوالے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> "سلاطین ترک کا زمانہ تمام پچھلے زمانوں سے نُمایاں ہے، ترکی مدارس تاریخ کے صفحوں میں پچھلے تمام مدرسوں سے ممتاز ہیں، گزشتہ ادوار میں مدرسے آپس میں کوئی انتظامی تعلق نہیں رکھتے تھے، بلکہ بعض حالتوں میں یہ کہنا چاہیے کہ وہ باہمی اختلافات کی ایک تحریک دلانے والی مثال تھے۔ لیکن ترکی مدارس ایک انتظامی رشتہ میں منسلک تھے، اور یہ کہنا چاہیے کہ ایک ہی خاندان کی اولاد تھے، پچھلے عہد میں تمام مدرسے محض مذہبی مدرسے تھے اگرچہ اُن میں اور بھی علوم پڑھائے جاتے تھے، لیکن تُرکوں کا نظم تعلیم پولیٹکل حیثیت رکھتا تھا، وہ سلطنت کے لیے لائق عہدہ دار پیدا کرتا تھا، مدرسے ایک یونیورسٹی کے تابع تھے، طلباء و مدرسین درجہ بدرجہ ترقی

حاصل کرتے تھے، مدرسین کے لیے پنشن کا حق جو ترکی حکومت میں نہایت فیاضیانہ طور پر قائم کیا گیا تھا، اسلامی تاریخ میں تقریباً پہلی ایجاد تھی، یہ تعجب ہے کہ اکثر حالتوں میں پنشن اصل تنخواہ کے برابر ہوتی تھی۔"[17]

vi۔ علماء کا ادب واحترام

علماء کی قدر دانی کسی قوم کی عظمت کی عکاس ہُوا کرتی ہے۔ علماء ہی علم و معرفت کے ماحول کو فروغ دیتے ہیں۔ عثمانیوں نے علماء و مشائخ کے احترام کے ضمن میں غیر معمولی روش کا مظاہرہ کیا۔[18] سلطان عثمان غازی کی اپنے بیٹے کے نام وصیّت اس دعوے کی ایک خوبصورت اور تاریخی مثال ہے۔ اُس نے اپنے ورثاء کے لیے اہلِ شریعت کے احترام کے ضمن میں آئندہ کا لائحہ عمل طے کرتے ہوئے کہا تھا:

"اے بیٹے کسی ایسے کام میں مصروف نہ ہونا جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہ دیا ہو۔ جب بھی اُمورِ سلطنت کی انجام دہی میں مشکل پیش آئے تو علماء دین سے مشورہ ورہنمائی حاصل کرنا۔ فوج اور دولت کی وجہ سے شیطان تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ اہلِ شریعت سے دور ہونے سے احتراز کرنا۔ اے بیٹے! تو جانتا ہے کہ ہمارا مقصود رب العالمین کی رضا جوئی ہے اور یہ کہ ہم جہاد کے ذریعے تمام آفاق میں اپنے دین کے نور کو عام کر دیں۔ ہم وہ لوگ نہیں جو کشور کشائی اور لوگوں کو غلام بنانے کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارا جینا اور مرنا فقط اسلام کی خاطر ہے اور یہ وہ چیز ہے میرے بیٹے! جس کا تو اہل ہے۔"[19]

سلطان عثمان کی اس وصیّت پر تمام سلاطین نے عمل کیا، اُنہوں نے کبھی کسی عالم دین کی عزت پر حرف تک نہیں آنے دیا، خلافتِ عثمانیہ ایک ایسی سلطنت تھی جہاں علمائے مذہب صاحبانِ اختیار طبقات میں شُمار ہوتے تھے، اُن کو بہت سی مراعات حاصل تھیں، اُن کو شیخ الاسلام، قاضی، قاضی عسکر اور جج ایسے اعلیٰ اور پُروقار عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا، مجلسِ مشاورت میں سلاطین کی طرف سے علماء کرام کو بھی شامل کیا جاتا تھا، مقبول و معروف عہدوں پر فائز علماء کو خصوصی پروٹوکول دیا جاتا تھا، اُن کے دروازے پر دربان موجود ہوتا تھا، آئمہ مساجد اور مدرسہ کے اساتذہ کا بھی بہت ادب واحترام تھا، اُن کو یومیہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ اس عزت افزائی کے باعث علماء میں بہت حد تک احساس ذمہ داری پایا جاتا تھا ،وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں غفلت نہیں برتتے تھے بلکہ بعض اوقات خلفاء کے خلافِ شرع فعل پر

بھی فوری رد عمل ظاہر کرتے تھے، اس ضمن میں معروف مؤرخ اورخان محمد علی کا تحریر کردہ ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

"هذا السلطان الفاتح اقتضى حضوره لادلاء بشهادة فى امر من الامور امام القاضى و العالم المعروف شمس الدين فنارى۔دخل السلطان المحكمة ووقف امام القاضى وقد عقد يديه كاى شاهد اعتيادى رفع القاضى بصره الى السلطان واخذ يتطلع اليه بنظرات محتدة قبل ان يقول له: ان شهادتك لايمكن قبولها، ذلك لانك لاتؤدى صلواتك جماعة ، والشخص الذى لا يؤدى صلاتة جماعة، دون عذر شرعى يمكن ان يكذب فى شهادته،نزلت كلمات القاضى نزول الصاعقة على رؤوس الحاضرين فى المحكمة۔كان هذا اتهاما كبيراً،بل اهانة كبيرة للسلطان،تستمر الحاضرون فى اماكنهم،وقد امسكوا بانفسهم ينتظرون ان يطير راس القاضى بشارة واحدة من السلطان،ولكن السلطان لم يقل شيئاً،بل استدار وخرج من المحكمة بكل هدوء۔اصدر السلطان فى اليوم نفسه امراً ببناء جامع ملاصق لقصره و عندما تم شيد الجامع ،بداء السلطان يؤدى صلواته فيه جماعة۔[20]"

"سلطان محمد فاتح عدالت میں کسی کے حق میں گواہی دینے کے لیے حاضر ہوا، عدالت میں قاضی کی حیثیت سے شمس الدین فناری موجود تھے، جب سلطان قاضی کے سامنے کھڑا ہو گیا تو اُس نے بادشاہ کے کندے پر ہاتھ رکھا اور کہا: تمہاری گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ تم جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے ہو، جو شخص بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھتا ہو، ممکن ہے وہ گواہی کے معاملے میں جھوٹ بول رہا ہو، قاضی کے یہ الفاظ عدالت میں سُننے والوں پر بجلی بن کر گرے کہ یہ سلطان کی توہین اور تہمت ہے، تمام حاضرین اپنی جگہوں پر خاموشی سے محسوس کر رہے تھے کہ سلطان کے ایک اشارہ سے ابھی اس کا سر تن سے جُدا کر دیا جائے گا، لیکن سلطان نے کوئی بات نہ کی، خاموشی اور سکون کے ساتھ وہاں سے نکل گیا، اُس نے اسی دن اپنے محل کے ساتھ مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا، مسجد مکمل ہو گئی تو سلطان نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی۔"

اس اقتباس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں علماء کی بہت عزت تھی، عثمانی خلفاء علماء کی طرف سے اپنے اوپر تنقید بھی برداشت کرتے تھے،اُن کو انتقام کا نشانہ نہیں بناتے تھے۔اس بات کی غیر مسلم بھی شہادت دیتے ہیں کہ عثمانی خلفاء علماء اکرام کی بہت عزت کرتے تھے، چنانچہ کریسی کا بیان اس ضمن میں دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا:

> "The Ulema, the order of man learned in the law, has been mentioned as supplying, according to the institutes of Mohomet ii, one of the four pillars of the Turkish state. The predecessors of Mahomet ii, especially Orkhan, had zealous in the foundation of school and colleges; but Mahomet surpassed them all, and it was by him that the" Chain of Ulema" was organized, and the regular line of education and promotion for the legists and judge of the state was determined He knew that well that to secure the due administration of justice, it is necessary that the ministers of justice should be respected.[21]"

> "سلطان محمد دوم کے دور سلطنت میں قانون کے مطابق علماء خلافت کے چار ستونوں میں سے اہم ستون کی حیثیت رکھتے تھے، سلطان محمد فاتح کے جانشین سلطان اورخان سکول اور کالج کے قیام میں بڑے پُر جوش تھے، لیکن سلطان محمد فاتح نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا،اُس نے "سلسلہ علماء" قائم کیا، سلطنت کے قاضیوں اور مفتیوں کی تعلیم کا ضابطہ مرتب کیا،وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عدالت کا نظم ونسق درست رکھنے کے لیے ناگزیر ہے کہ قاضیوں کا احترام کیا جائے،ان کے احترام کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ علم ودیانت سے آراستہ ہوں، بلکہ سلطنت کے اونچے اور باعزت عہدوں پر بھی مامور کیے جائیں۔"

علماء کے احترام سے متعلق عثمانی خلفاء کی اعلیٰ روایات کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ وہ اکثر واوقات علماء ومشائخ اور ادبی حلقوں سے وابستہ ممتاز شخصیات کو انعامات وتحائف سے نوازا کرتے تھے۔سلطان محمد فاتح کے دربار سے تیس شعراء کو وظائف ملتے تھے، وہ ہر سال گرانقدر تحائف خواجہ جہاں اور مولانا جامی کی خدمات میں بھیجا کرتا تھا۔[22] سلطان سلیمان اعظم بھی علماء کا بہت قدر دان ،اُس نے علماء کی تعلیمی تنظیم اور اُن کے منصب کے حوالے سے بہت اصلاحات کیں، وہ علماء کی قدر و

منزلت میں اپنے پیش روؤں پر سبقت رکھتا تھا، اُس نے علماء کے لیے سلطنت کے قانون میں ایسی رعایتیں شامل کر دیں جو کسی اور جماعت کے لیے نہیں کی گئیں تھیں، اُس نے تمام علماء کو ہر طرح کے محصول سے مستثنیٰ کر دیا، علماء کی جائیداد کے لیے یہ قانون بنادیا گیا کہ وہ کسی صورت بھی ضبط نہیں کی جائیں گی۔[23] سلطان محمد خان علماء سے اس قدر مانوس تھا کہ وہ اُن کے درس میں حاضر ہُوا کرتا تھا، ایک بار علاؤالدین طوسی کے درس میں حاضر ہوا، علامہ طوسی شرح عضد سید شریف کا درس دے رہے تھے، سلطان علامہ طوسی کے بیان سے ایسا محظوظ ہوا کہ ادھر ہی بیٹھ گیا، جب درس ختم ہوا تو دس ہزار درہم علامہ طوسی کو پیش کیے۔[24]

vii۔ علمی مباحثوں کا انعقاد

عثمانی عہد کے تہذیبی و تمدنی خصائص میں علمی مباحثوں کی اہمیت بہت سے شواہد سے واضح ہوتی ہے۔ علمی مباحثوں نے آزادیٔ فکر کے ماحول کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا تھا، عثمانی خلفاء مباحثوں کے انعقاد پر بھاری رقم خرچ کرتے تھے، جو علماء ان میں حصہ لیتے تھے اُن کو انعامات سے نوازا جاتا تھا۔ اس ضمن میں معروف مؤرخ اکمال الدین احسان اوغلو کی تحقیق ملاحظہ ہو:

> "وکان السطان محمد الثانی یحض علماء عصره علی تالیف الکتب فی مجالات اختصاصهم وکلّف خواجه زاده و علاؤ الدین الطوسی بعمل مقارنة بین کتابی"التهافت" للغزالی وابن رشد، وجعل کلا منهما یکتب فی ذالک کتاباً۔وواظب من ناحیة اخری علی سماع المناظرة التی جرت فی مجلسه ستة ایام کاملة بین خواجه زاده و محمد زیرک فی الفلسفة والکلام۔[۲۵]"
>
> "سلطان محمد ثانی اپنے زمانے کے علماء کو جس فن میں ماہر ہوتے تھے، تصنیف و تالیف پر اُبھارتا تھا، سلطان نے خواجہ زادہ اور علاؤالدین طوسی کو امام غزالی اور ابن رُشد کی کتاب "تھافت" میں موازنہ کرنے کا حکم دیا۔ دونوں نے اس سلسلے میں کتابیں لکھیں، اس کے لیے ایک مناظرے کا اہتمام کیا گیا، وہ مناظرہ خواجہ زادہ اور طوسی کے درمیان مسلسل چھ دن جاری رہا جس میں واضح ہوا کہ خواجہ زادہ کو علمِ فلسفہ اور علمِ کلام میں زیادہ مہارت حاصل ہے۔"

viii۔ دستور کی تشکیل وتدوین

علم اور جانکاری کا براہ راست تعلق سماجی، سیاسی اور قانونی اُمور سے ہے، اس پس منظر میں دستور سازی کسی قوم کے علمی و شعوری معیار کا ایک اہم پیمانہ ہُوا کرتی ہے۔ عثمانیوں نے دستور کی تشکیل و تدوین کے ضمن میں اعلیٰ روایات کی ترویج کے ذریعے علم و تحقیق کی بنیادوں کو اتنا مضبوط کیا کہ دیگر ہم عصر اقوام اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اُنہوں نے قاضیوں کی علمی و فکری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قانون نامہ مرتب کروایا تھا، اس کو پورے ملک میں نافذ کیا گیا تھا، اس دستور نامے کا نام "مجلۃ الاحکام العدلیۃ" تھا، اس مجلہ کا پس منظریوں ہے کہ عثمانی عدالتوں میں فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا، مطلوبہ بحث کی جستجو میں قاضیوں کو اس ضمن میں کافی دقّت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، وہ قدیم فقہاء کی تصنیفات میں موجود قواعد کی جُزئیات سے بعض اوقات اُلجھن کا شکار ہو جایا کرتے تھے، اس کے باعث عثمانی قاضیوں کو مسائل کے استخراج میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ان تمام مصائب و مشکلات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے سلطنتِ عثمانیہ کے وزیر انصاف نے نامور فقہاء کی ایک کمیٹی تشکیل دی، اُنہوں نے معاملات کے تمام ابواب کو دفعہ وار مرتب کرنا شروع کیا، سات سال کی لگاتار محنت و مشقت کے بعد ایک مجموعہ تیار کیا گیا جس کا نام "مجلۃ الاحکام العدلیہ" رکھا گیا۔ اس کو ملکی قانون کے طور پر نافذ کر دیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

> "جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' پوری سلطنتِ عثمانیہ کی حدود مشرقی یورپ کے کئی ممالک، ترکی، وسط ایشیاء کا کچھ حصہ، عراق، شام، فلسطین، لبنان، الجزائر، لیبیا، تیونس اور جزیرہ عرب کے بعض علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ گویا ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک کا زمانہ ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی حکمرانی کا زمانہ تھا''[26]

اس مجلہ کے مقدمہ میں فقہ اسلامی کے ننانوے بُنیادی قواعد کا ذکر کیا گیا ہے، جس پر فقہ کی پوری عمارت کھڑی ہے، ان قواعد کا تمام ابواب کے ساتھ تعلق قائم کیا گیا ہے، مقدمہ کے بعد سولہ عنوانات کے تحت 1751 دفعات ذکر کر کے تمام فقہی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ملکی دستور کی تشکیل و تدوین میں عثمانی خلفاء نے جس سنجیدگی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اُس سے اُس مخصوص عہد کی تعلیمی و علمی حالت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

خُلاصۂ بحث

تاریخ عالم میں عثمانی عہدِ خلافت اپنی ہمہ جہتی ترقی کے پیش نظر منفرد حیثیت رکھتا ہے۔اس مخصوص عہد میں مسلمانوں کی شان و شوکت کا بنیادی سبب تعلیمی و علمی ارتقاء ہے۔عثمانی خلفاء نے بے مثال علمی ادارے تشکیل دیئے،علوم وفنون کی خوبصورت تدوین کی،دینی علوم کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ کی بھی خوب خدمت انجام دی،شاندار کتب خانے قائم کیے،علم کی دولت کو عام کرنے کی غرض سے فن ترجمہ کو فروغ دیا،کتب کی طباعت پر توجہ دی،علمی میدان میں رائے کی آزادی کو تحفظ دیا،دستور کی تدوین کی،علماء کے سماجی مرتبے کی بلندی کے لیے بھرپور اقدامات کیے،اس حکمتِ عملی نے مسلمانوں کو اقوامِ عالم میں ممتاز و محترم بنادیا،مسلم تاریخ کے ان حقائق کو مختلف علمی طبقات پر واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ غیر متعصّبانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات اور علمی تنقیدات کو رواج دیا جائے،ان صالح مقاصد کے حصول اور مسلمانوں کی نظریاتی و تہذیبی اساس کے تحفظ کے لیے تاریخِ اسلام کے معتبر مصادر کا مطالعہ و تجزیہ نہایت ضروری ہے۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] Dr. Ali Muhammad Muhammad Aslabi, aldolat-ul-Usmania Awamil-ul-Nahoodu wa Asbab-ul-Suqoot, Dar-ul-Tizeh wa Alnashar-ul-Islamye, Misar,2001, P:151

[2] Stanley Lane Poole, Turkey, New York:G.P. Putnam's Sons, Londan, Vol:3, P:300-350

[3] Stanford Shaw, History of the Ottoman Empire and Modern Turkey, Cambridge University Press, 1976, Voll:1, Page:250-300

[4]Jameel Bezoon, Tarikh-ul-Arab-ul-Hadith, Dar-ul-Amal, Arbad, 1992, P:151

[5] Tashkubra Zada, Shiqaeq-ul-Nomania Fi Ulama-e-Aldolat-ul-Usmania, Publisher Dar-ul-Kutab-ul-Arab, Berout, 1975, P:20-200

[6]Weldewright, Islami Tehzeeb ki Dastan, Mutarjum: Yasar Jawad, Mazang Road, Lahore, 2010, P:128

[7] Dr. Ali Muhammad Muhammad Aslabi, aldolat-ul-Usmania Awamil-ul-Nahoodu wa Asbab-ul-Suqoot,P:142

[8]Same Reference, P:142

[9]Shibli Nomani, Safar Nama Misar o Room o Sham, Mehtaab Press, Dehli, P:56

[10] Dr. Ali Muhammad Muhammad Aslabi, aldolat-ul-Usmania Awamil-ul-Nahoodu wa Asbab-ul-Suqoot,P:136

[11]Shibli Nomani, Safar Nama Misar o Room o Sham, Mehtaab Press, Dehli, P:57

[12] Dr Muhammad Uzair, Tarikh Dolat-e-Usmania, Nasir Shahzad Printers, Lahore, 2014, vol: 1, P:390

[13]Akmal-ul-Deen Ehsan Oghlu, Aldolat-ul-Usmania, Mutarjum: Saleh Sahdavi, Markz-ul-Abhaas Litarikh wa alfonoon wa Alsaqafat-ul-Islamia, Istembol, 1999, P:603

[14]Muhammad Abd-ul-Raheem Mustafa, Fi Usool-ul-Tarikh-ul-Usmani, Dar-ul-Sharof, Berout, 1976, P:40

[15] E.S.Creasy, The Ottoman Turks: from the beginning of their Empire to the present time, Richerd Bentley, New Burlington Street, London, 1988, vol:1,p:169-170

[16] Khalil, Enajic, Tarikh-ul-Dolat-ul-Usmania Minanushui Elal Inhidaar, Mutarjum: Muhammad Arnaout, Dar-ul-Midaar-ul-Islami, Berout,2002, P:259

[17]Shibli Nomani, Musalmanon ki Guzashta Taleem, Muhammadan Education, Lakh Nao, 1887, P:60

[18]Same Reference, P:61

[19] Dr Muhammad Harab, Alusmanioun Fi Tarikh wa Alhidarat, Almarz-ul-Misari Liddarasat-ul-Usmania, Qahira, 1994, P:16

[20] Aurkham Muhammad Ali, Rawae-ul-Tarikh-ul-Usmani, Dar-ul-Kalma Linashar wa Tozeeh,2007, P:26-27

[21] E.S.Creasy, The Ottoman Turks: from the beginning of their Empire to the present time, Richerd Bentley, New Burlington Street, London, 1988, vol:1,p:169-170

[22] E.S.Creasy, The Ottoman Turks: from the beginning of their Empire to the present time, vol:1,p:112

[23]Dr Muhammad Uzair, Tarikh Dolat-e-Usmania, Vol:1,P:196

[24]Shibli Nomani, Musalmanon ki Guzashta Taleem, P:62

[25]Akmal-ul-Deen Ehsan Oghlu, Aldolat-ul-Usmania, Mutarjum: Saleh Sahdavi, P:613-614

[26]Dr Mehmood Ahmad Ghazi, Muhadat-e-Fiqah, Faisal Nashran o Tajraan-e-Kutab, Lahore, 2016, P:439